۱۰۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن

اِدارہ

پہلی بات : ماضی میں ہمارے ملک پر انگریزوں کی حکومت رہی ہے لیکن انگریزوں کی غلامی کے خلاف ابتدا ہی سے جنگیں لڑی گئیں۔ ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ نے اور ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کے بعد بھی مختلف آزادی پسند افراد اور گروہ اپنے طور پر کوششیں کرتے رہے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے لیے ہندوستانیوں نے ہتھیار اُٹھائے۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اسی طرح کئی تحریکیں ملک کی آزادی کے لیے کوشاں رہیں۔ ان میں مجاہدِ آزادی مولانا محمود الحسن کی ریشمی رومال تحریک بھی قابلِ ذکر ہے۔ اسی تحریک کے صد سالہ جشن کے موقع پر دارالعلوم دیو بند کے ایک دروازے کو مولانا کی یادگار کے طور پر 'اُردو دروازہ' کا نام دیا گیا ہے۔ ذیل کے مضمون میں مولانا کی زندگی اور کارناموں کا تذکرہ موجود ہے۔

جنگِ آزادی ہمارے ملک کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔ اس قدر وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے، قدرتی دولت سے مالا مال اور مردُم خیز ملک کو انگریز ہرگز چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آزادی کے متوالے جب ملک کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے انگریزوں سے برسرِ پیکار ہوئے تو انھیں طرح طرح سے ستایا گیا۔ ان کے گھر بار لوٹ لیے گئے، انھیں جیلوں میں ٹھونس دیا گیا اور ہزاروں لوگ پھانسی پر چڑھا دیے گئے۔ آزادی کے لیے جدوجہد میں مجاہدِ آزادی مولانا محمود الحسن بھی شامل ہیں جنھیں 'شیخ الہند' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

مولانا محمود الحسن ۱۸۵۱ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ذوالفقار علی بریلی ہی میں ملازمت کے سلسلے میں مُقیم تھے۔ مولانا محمود الحسن نے مشہور مدرسہ دارالعلوم دیو بند میں تعلیم حاصل کی۔ انھیں اس مدرسے کے اوّلین طالب علم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اسی مدرسے میں ۱۸۷۵ء سے انھوں نے پچیس روپے ماہوار تنخواہ پر تدریس کا آغاز کیا اور بہت جلد صدر مدرّس اور شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔

اس زمانے میں انقلاب کی ہوائیں چل رہی تھیں۔ مولانا محمود الحسن نے اپنے طلبہ اور ساتھیوں کے دلوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کیا اور انھیں وطنِ عزیز کی خاطر قربانیاں دینے پر آمادہ کیا۔ بچپن ہی سے مولانا یہ دیکھ رہے تھے کہ عوام اور ان کے ساتھ علمائے کرام انگریزوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے آرہے ہیں۔ طرابلس اور بلقان کے دل دہلا دینے والے واقعات نے ان کا آرام اور چین حرام کردیا۔ وہ نتائج کی پروا کیے بغیر انقلاب کی راہ پر چل پڑے۔

مولانا محمود الحسن نے اپنی عملی زندگی کے آغاز ہی میں طے کرلیا تھا کہ ہم انگریزوں کو اپنے ملک سے نکال کر رہیں گے۔ اسی مقصد کے تحت وہ آخر دم تک جدوجہد کرتے رہے۔ انھوں نے برطانوی حکومت کا تختہ پلٹنے کی خاطر مُسلّح انقلاب کا منصوبہ بنایا۔ اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لیے مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمد میاں نے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

پہلی جنگِ عظیم کے دوران برطانیہ جب ۱۹۱۵ء میں جرمنی اور ترکی کے ساتھ الجھا ہوا تھا اور ہندوستان میں بھی انگریزوں کی حکومت خطرے میں تھی، مولانا نے اس موقع کا فائدہ اُٹھا کر اپنی کوششیں تیز کردیں۔ انھوں نے اپنے شاگرد مولانا عبیداللہ سندھی کو

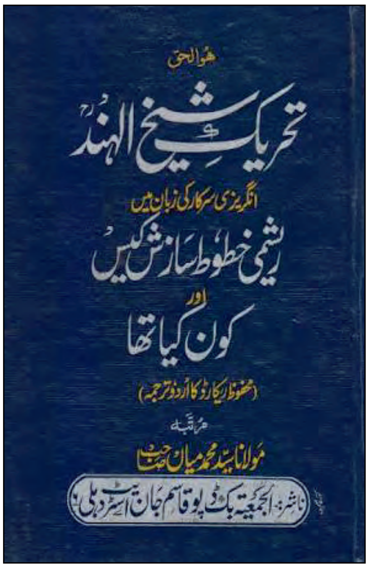

کابل بھیجا تاکہ وہ افغانستان اور آزاد قبائل سے ترکوں کے لیے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور خود حجاز روانہ ہوئے۔ اس وقت ترکوں کی طرف سے غالب پاشا حجاز کے گورنر تھے۔ مولانا نے ان سے جو تحریریں حاصل کیں، ان میں ہندوستان کو آزاد کروانے کے منصوبوں اور فوجی کارروائیوں کا ذکر تھا۔ غالب پاشا کی پہلی تحریر میں ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان تھا جس میں ترکی نے شرکت کا یقین دلایا تھا۔ مولانا نے ریشمی کپڑے پر اس پیغام کو نقل کیا اور ایک صندوق میں رکھ کر ہندوستان بھیجا۔ اس تحریک کے پیغامات بھجوانے کے لیے ریشمی کپڑے کے ٹکڑے استعمال کیے گئے تھے اس لیے یہ ریشمی رومال تحریک کہلائی۔ اس کا مقصد آزادی کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو انگریزوں سے چھپائے رکھنا تھا۔ اسی کے ساتھ انگریزوں کے خلاف مدد حاصل کرنا بھی تھا۔

مولانا محمود الحسن نے انگریزوں کے خلاف لڑائی کے لیے ایک پوری ٹیم تیار کر رکھی تھی۔ اس تحریک میں شامل لوگوں کا یقین تھا کہ جنگ کی راہ اختیار کیے بغیر انگریزوں کو اس ملک سے باہر نکالنا ممکن نہیں ہے اس لیے جنگی سامان اور اسلحہ حاصل کرنا ضروری تھا۔

مولانا نے ۱۹۱۵ء میں حجاز کا سفر اختیار کیا۔ وہ حجاز سے بغداد اور بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل تک پہنچنا چاہتے تھے کہ جنگ کے دوران انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے مصر اور پھر وہاں سے مالٹا لے جا کر وہ نظر بند کر دیے گئے۔ اسی لیے مولانا کو 'اسیرِ مالٹا' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ تین برس اور سات ماہ کی قید کے بعد ۸/ جون ۱۹۲۰ء کو ممبئی پہنچا کر انھیں رہا کر دیا گیا۔ اس موقع پر تمام قوموں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور انھیں 'شیخ الہند' کا لقب دیا گیا۔ رہائی کے بعد انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

مولانا محمود الحسن ریشمی رومال تحریک کے روحِ رواں تھے۔ اس تحریک نے چونکہ آزادی حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا اس لیے اس تحریک کے صد سالہ جشن کے موقع پر حکومت نے مولانا محمود الحسن کی خدمات کے اعتراف میں ایک ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔

مولانا اپنے وطن کی آزادی کے لیے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہے اور ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء کو ستّر سال کی عمر میں وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔

معنی و اشارات

مردم خیز	–	وہ مقام جہاں قابل اور بہادر لوگ پیدا ہوں
شیخ الحدیث	–	علم حدیث کے اساتذہ کے صدر
حجاز	–	عرب کا وہ حصہ جس میں مکہ، مدینہ اور طائف شامل ہیں
مُسلّح انقلاب	–	ہتھیاروں کا استعمال کر کے حکومت کو بدلنے کے لیے جنگ کرنا
شیخ الہند	–	ہندوستان کا سردار
اسیرِ مالٹا	–	جزیرۂ مالٹا کا قیدی

مشق

✤ **ایک جملے میں جواب لکھیے :**

۱۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک دروازے کا کیا نام رکھا گیا؟
۲۔ مولانا محمودالحسن نے کس مدرسے میں تعلیم حاصل کی؟
۳۔ مولانا محمود الحسن نے کس خیال کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا؟
۴۔ برطانیہ کن ملکوں کے ساتھ جنگ میں اُلجھا ہوا تھا؟
۵۔ غالب پاشا کون تھے؟

✤ **مختصر جواب لکھیے :**

۱۔ مجاہدینِ آزادی کس طرح ظلم وستم کا شکار ہوئے؟
۲۔ مولانا محمودالحسن نے ملک کی آزادی کے لیے کون سی خدمات انجام دیں؟
۳۔ ریشمی رومال تحریک کیا تھی؟

4PGEP6

زورِ قلم

’آزادی-ایک نعمت‘ اس موضوع پر پندرہ سطریں لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ ریشمی رومال تحریک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
۲۔ استاد کی مدد سے ذیل میں دیے گئے القاب کی صحیح جوڑیاں لگائیے :

الف	ب
۱۔ شاعرِ انقلاب	مولانا محمد علی جوہر
۲۔ مردِ آہن	مولانا محمودالحسن
۳۔ بابائے قوم	سردار ولبھ بھائی پٹیل
۴۔ رئیس الاحرار	جوش ملیح آبادی
۵۔ شیخ الہند	مہاتما گاندھی

تاریخ کے جھروکوں سے

بلقان - جنوب مشرقی یورپ میں ایک جزیرہ نما علاقہ جو زیادہ تر پہاڑی ہے۔

طرابلس - بحرِروم کے ساحل پر واقع لیبیا کا دارالحکومت۔ ۱۹۱۱ء میں اس پر اٹلی نے قبضہ کرلیا تھا جس کے خلاف کئی جنگیں لڑی گئیں۔

جزیرۂ مالٹا - بحرِروم میں جزائر کے مجموعے کا نام مالٹا ہے جو سسلی اور تیونیشیا کے درمیان واقع ہے۔ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہندوستانی جنگِ آزادی کے دوران کئی مجاہدینِ آزادی کو اس قید خانے میں صعوبتیں جھیلنا پڑیں، ان میں مولانا محمودالحسن بھی شامل تھے۔ یہاں مالٹی اور انگریزی زبان بولی جاتی ہے۔

جنگِ پلاسی - بنگال کے نواب سراج الدولہ نے ملک کو انگریزوں سے چھڑانے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر رابرٹ کلائیو سے پلاسی کے مقام پر جنگ کی (۱۷۵۷ء)۔ اس جنگ میں کلائیو نے نواب کے کچھ سرداروں کو اپنی طرف ملا لیا تھا۔ ان میں میر جعفر، امی چند اور جگت سیٹھ نے سراج الدولہ کے خلاف سازش کی۔ یہ لوگ عین جنگ کے وقت اپنی فوجوں کے ساتھ کلائیو سے مل گئے۔ سراج الدولہ نے ان کا مقابلہ کیا لیکن انھوں نے دھوکے سے اسے قتل کردیا۔

جنگِ سرنگاپٹنم - میسور کے حاکم حیدرعلی کے بیٹے ٹیپو سلطان انگریزوں کے سخت دشمن تھے۔ انھوں نے ملک کے دوسرے حکمرانوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ سرنگاپٹنم کے مقام پر ۱۷۹۹ء میں ان کا مقابلہ انگریزی فوج سے ہوا۔ ان کے بہت سے سردار یہاں انگریزوں سے مل گئے۔ انھوں نے ٹیپو سلطان کو انگریزوں سے جنگ کرنے سے روکنا چاہا مگر سلطان نے اسے قبول نہیں کیا۔ میر صادق کی غداری سے انھیں جنگ میں شکست ہوئی اور وہ شہید کردیے گئے۔

بیرسٹر سیف الدین کچلو

سیف الدین کچلو ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ ۱۵/ جنوری ۱۸۸۸ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں آزادی کی تحریک اپنے شباب پر تھی۔ مارچ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ پاس کیا گیا جس کے تحت کسی بھی ہندوستانی کو شک کی بنیاد پر جیل میں ڈالا جا سکتا تھا۔ اس قانون کے خلاف بیرسٹر کچلو نے گاندھی جی، ڈاکٹر ستیہ پال اور عوام کے ساتھ مل کر احتجاج کیا جس پر ۱۰/اپریل ۱۹۱۹ء کو ان تینوں رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس پر عوام بھڑک اُٹھی اور ۱۳/اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیاں والا باغ میں زبردست احتجاج کیا۔

بیرسٹر کچلو نے ۱۹۲۱ء میں امرتسر میں سوراج آشرم قائم کیا۔ انھوں نے نوجوانوں کو قومی کام کرنے کی ترغیب دی اور ہندو مسلم اتحاد کی کوشش میں جٹ گئے۔

وہ پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ ۱۹۲۴ء میں انھیں آل انڈیا کانگریس کا جنرل سکریٹری بنایا گیا۔ انھیں کئی بار گرفتار کیا گیا۔ ان کی زندگی کے چوبیس سال جیل میں گزرے۔

انھوں نے آل انڈیا پیس کونسل قائم کی۔ وہ ورلڈ پیس کونسل کے نائب صدر تھے۔ بین الاقوامی امن کے لیے ان کی کوششوں کو دنیا بھر میں سراہا گیا۔ انھیں ۱۹۵۴ء میں امن کے اسٹالن انعام سے سرفراز کیا گیا۔ یہ اعزاز حاصل کرنے والے وہ پہلے ہندوستانی تھے۔ سیف الدین کچلو نے انعام کی رقم ایک لاکھ پچیس ہزار روپے امن تحریک کو عطیہ کردی۔

انھوں نے اپنی تمام دولت و جائداد آزادی کی تحریک کے لیے دے دی۔ آزادی کے بعد انھوں نے اپنے لیے کوئی عہدہ نہیں مانگا۔ وہ ایک بے غرض اور بے لوث رہنما تھے۔ وہ زندگی بھر ملک کے خادم بن کر رہے۔

۹/ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو ملک اس عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا۔

آئیے زبان سیکھیں

محاورے: سبق میں آئے ہوئے ذیل کے جملوں کو توجہ سے پڑھیے:

۱۔ وقت کاٹنے کا آسان اور سستا نسخہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ہر وقت کام میں مشغول رکھے۔

۲۔ میرے پاس فصل کاٹنے کے لیے درانتی نہیں تھی۔

ان دو جملوں میں 'وقت کاٹنے' اور 'فصل کاٹنے' کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے جملے میں 'فصل کاٹنے' کے معنی یہی ہیں کہ کھیت میں اُگی ہوئی فصل کو کاٹنا ہے لیکن 'وقت کاٹنے' کے تعلق سے ہم کہہ نہیں سکتے کہ فصل کی طرح وقت کو کس طرح یا کس چیز سے کاٹا جاسکتا ہے۔ گویا دونوں بار 'کاٹنے' کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ 'فصل کاٹنا' میں 'کاٹنا' کے معنی لفظی معنی ہیں جبکہ 'وقت کاٹنا' میں 'کاٹنا' کے معنی مجازی یا محاوراتی ہیں۔ ہر زبان میں الفاظ کے کچھ ایسے مجموعے ہوتے ہیں جن کے لفظی معنی تو کچھ اور ہوتے ہیں مگر انھیں دوسرے خاص معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ الفاظ کے ایسے مجموعے **'محاورے'** کہلاتے ہیں۔

ذیل کے جملے کو غور سے پڑھیے:

مجھے یہ فکر کھائے جارہی تھی کہ جب روٹیاں ختم ہوجائیں گی تو میں کیا کھاؤں گا۔

بتائیے کہ اس جملے میں 'فکر کھائے جارہی تھی' اور 'کیا کھاؤں گا' میں 'کھانا' کے مختلف معنی کیا ہیں؟

شربت پینا، آنسو پینا

ان محاوروں میں 'پینا' کے معنی میں کیا فرق ہے؟

جو محاورہ جس طرح استعمال ہوتا ہے اسے اسی طرح استعمال کرنا چاہیے مثلاً 'دل باغ باغ ہونا' ایک محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بہت خوش ہونا۔ اگر کوئی کہے کہ 'دل چمن چمن ہوگیا' تو یہ بے معنی جملہ ہوگا اور کوئی اس کا مطلب نہیں سمجھے گا۔ موقع اور محل کے اعتبار سے صحیح محاورے استعمال کیے جائیں تو بیان میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔

- اپنے اسباق میں آنے والے محاورے تلاش کیجیے اور ان کے معنی معلوم کرکے لکھیے۔